4

کامیابی کیلئے انتظام اور اتحاد کی ضرورت

(فرمودہ ۲۵ جنوری ۱۹۱۸ء)

حضور نے تشہد و تعوّذ اور سورہ فاتحہ کے پڑھنے کے بعد فرمایا:۔

"انسانی کوششیں اور محنتیں ایک حد تک بہت سے عظیم الشان نتائج پیدا کرنے کا باعث ہوتی ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کے لیے اس کی کوششوں کو ترقیات کا اعلیٰ ذریعہ بنایا ہے۔ مگر یہ ترقی اور کامیابی اُس وقت بہت بڑھ جاتی ہے۔ جبکہ کسی انتظام کے ماتحت ہو۔ ایک کام اگر بدانتظامی سے ہو تو اس کے اور نتائج نکلتے ہیں، لیکن وہی کام اگر انتظام کے ماتحت ہو تو بہت عالیشان نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ پس جہاں انسانوں کے مدِنظر یہ بات ہوتی ہے کہ کسی کام کے لیے محنت اور کوشش کریں وہاں یہ بھی ہونا چاہیئے کہ وہ کام ایک انتظام کے ماتحت ہو۔ مسلمانوں کو جس قدر نقصان پہنچے اور ان پر جتنی تباہیاں آئی ہیں۔ ان کے اگر اکثر حصہ کو دیکھا جاتے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی وجہ دنیاوی سامانوں میں انتظام کی کمی ہی ہے، لیکن یہ کسقدر افسوس کا مقام ہے کہ وہ کام جس کا خدا تعالےٰ نے شریعت کے ماتحت ایسا انتظام کیا تھا کہ جس کی نظیر اور کسی شریعت میں نہیں ملتی۔ اس کی تباہی اور بربادی بدانتظامی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ شریعتِ موسوی میں یا ہندوؤں، عیسائیوں، زرتشتیوں وغیرہ میں شریعت کے ماتحت خاص الہام سے کوئی انتظام اور سلسلہ قائم نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے ان میں بھی انتظام کئے تھے مگر ایسا انتظام کہ جو خاص حکم اور وعدہ کے ماتحت ہوا ہو وہ نہیں۔ مگر باوجود اس کے ان میں ایک انتظام رہا۔ اور اس سے اُنھوں نے بڑے بڑے فوائد حاصل کئے۔ اپنی کمزوریوں اور تباہیوں کے وقت بھی اس سے فائدہ اُٹھاتے رہے۔ مگر مسلمان جن کو قرآن میں حکم دیا گیا تھا کہ ایک انتظام کے ماتحت رہیں اور خدا تعالیٰ نے سورہ فاتحہ اور سورہ نور میں وعدہ فرمایا تھا کہ اسی انتظام کے ماتحت تمہیں ترقی اور کامیابی حاصل ہوگی۔ وہی سب سے زیادہ انتظام کے توڑنے والے ہوتے ہیں۔ جس کا جو کچھ نتیجہ ان کے حق میں نکلا وہ دُنیا جانتی ہے۔ دشمنوں نے

پراگندہ کر کے تباہ و برباد مغلوب و مقہور کر دیا مگر پھر بھی انہیں ہوش نہ آئی اور اپنی بربادی سے آگاہ نہ ہوتے یورپ میں ایک دفعہ مذہبی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا اور سارا یورپ اس بات کے لیے تیار ہو گیا تھا کہ اسلام کو صفحۂ دُنیا سے مٹا دے۔ اس کے لیے یورپ کے بڑے پوپ نے ایک اعلان عام کیا کہ لڑنے کی طاقت رکھنے والوں کا فرض ہے کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں اور جو لڑ نہیں سکتے ان کا فرض ہے کہ لڑنے والوں کی ہر طرح سے مدد کریں۔ اس پر بڑے بڑے نوابوں اور امیروں نے اپنی جائدادیں فروخت کر کے مدد دی۔ خود لڑنے لگے۔ اور یہاں تک کہ چونکہ انجیل میں آتا ہے کہ بچے خدا کی بادشاہت میں داخل ہوتے ہیں[۱] کیونکہ وہ بے گناہ ہوتے ہیں اس لیے اُنھوں نے کئی ہزار نابالغ بچے لڑائی میں بھیج دیئے کہ قُربان ہو جائیں۔ اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ وہ اپنے ارادہ کو کتنی بڑی بڑی قُربانیاں کر کے پورا کرنا چاہتے تھے اور اس پر کیسے قائم اور مستحکم تھے۔ انھیں کامیابی تو کیا ہونی تھی مگر ان کا یہ فعل دلالت کرتا ہے کہ اُنھوں نے ہر ایک وہ تدبیر جو کامیابی کے لیے ان کے خیال میں آ سکتی تھی اس پر عمل کیا۔ اور تمام فرقے جو آپس میں سخت عداوت اور دشمنی رکھتے تھے اور لڑتے جھگڑتے رہتے تھے ایک ہو کر مسلمانوں کو مٹانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے، لیکن اُس وقت مسلمانوں میں جن کو حکم تھا کہ ایک انتظام کے ماتحت رہیں۔ وہ ایک ایسی قوم کے مقابلہ میں جس نے اپنا انتظام اپنے طور پر بنایا ہوا تھا اور جو مکّہ مدینہ اور بیت المقدس کو تباہ و برباد کرنے کے لیے حملہ آور ہو رہی تھی مسلمانوں میں ایک سے زیادہ مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ مسلمان بادشاہوں نے عیسائیوں کو خطوط لکھے کہ ہم تمہاری مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اگر چاہو تو ہم اپنا لشکر لے کر آ جائیں۔ پھر اُنھوں نے خفیہ سامان اور مال بھیجے مسلمانوں کے خلاف جہاں تک ہو سکتا تھا ریشہ دوانیاں کیں[۲] اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے اس حملہ کو تو روک دیا۔ جو اُنھوں نے ایسے مذہبی جوش کی وجہ سے کیا تھا۔ جس سے ان میں عدل و انصاف مِٹ چکا تھا رحم اور خُدا ترسی سے خالی ہو چکے تھے۔ جب کوئی علاقہ فتح کرتے تو اُس میں رہنے والی عورتوں اور بچوں تک کو جلا دیتے۔ اور ہر ایک قسم کے مظالم کرتے تھے۔ مگر باوجود اس کے کئی مسلمان اس بات کے لیے تیار تھے کہ ان کی مدد کریں۔ اور مسلمان مقابلہ کرنے والوں کو تباہ و برباد کرنے میں حصّہ لیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص نصرت اور تائید سے عیسائی حملہ آوروں کو اپنے ارادہ میں ناکام رکھا۔ مگر مسلمانوں کی طاقت جو دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ نہ صرف رُک گئی بلکہ پاش پاش ہو گئی۔

---

[۱] متی ۱۹/۱۴ [۲] تاریخ اسلام مرتبہ شاہ معین الدین ندوی جلد چہارم حالات صلیبی جنگیں

عیسائیوں کو تو اس لیے ناکامی ہوئی کہ اُنھوں نے اسلام کو مٹانے کا ارادہ کیا تھا۔ مگر مسلمان چونکہ اپنی شامتِ اعمال سے اس قابل نہ رہے تھے کہ آگے ترقی کرتے اس لیے خدا تعالیٰ نے ان کو چھوڑ دیا کہ جاؤ تباہ و برباد ہو۔ یا تو وہ آگے ہی آگے بڑھ رہے تھے۔ یا گھٹتے گھٹتے تباہ ہو گئے۔ اور اب کیسا اُلٹا زمانہ آیا کہ ایک تو وہ وقت تھا کہ مسلمان دُنیا جہان کے لوگوں کو سبق دیتے پھرتے تھے۔ انھیں علوم سکھاتے تھے۔ تہذیب پھیلاتے تھے، لیکن اب یہ حال ہے کہ ہر بات میں دوسروں کے محتاج ہیں۔ دوسروں کو علم سکھانا تو الگ رہا۔ خود ہی سب کچھ بھلا چکے ہیں ہر طرح کی ذلت اور نکبت ان پر چھائی ہوئی ہے۔ عام لوگوں کو تو جانے دو۔ ان کی جو حکومتیں ہیں۔ ان کی حالت دیکھو۔ ایران کی حکومت جس کا ایک زمانہ میں دُنیا میں ڈنکا بج چکا ہے اُس نے ایک دفعہ پندرہ لاکھ روپیہ ایک دوسری حکومت سے قرض مانگا۔ تو اُسے کہا گیا کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ روپیہ ادا کر دیا جائیگا۔ حالانکہ ہندوستان کے شہروں میں کئی ایسے سوداگر ہیں کہ اگر وہ کروڑ روپیہ بھی قرض لینا چاہیں تو آسانی سے لے سکتے ہیں، لیکن ایک حکومت کو پندرہ لاکھ روپیہ بھی قرض نہیں مل سکتا۔ یہ انجام ہے بدانتظامی کا۔

ہماری جماعت میں خدا تعالیٰ نے اتحاد اور اتفاق قائم کیا ہے اور پھر اس ترقی کی اُمید دلائی ہے۔ جو اسلام کے ذریعہ مسلمانوں کو حاصل ہو سکتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ خُدا نے چاہا ہے کہ ہماری جماعت کے ذریعہ اسلام دنیا میں پھیلاتے، لیکن بجائے اس کے کہ حملہ آوروں کو تلوار سے روکا اور اپنے آگے جُھکایا جاتے۔ اب منشاء الٰہی یہ ہے کہ دلائل اور براہین کے ساتھ مقابلہ کیا جاتے اور اسی طرح اسلام ترقی کرے، مگر باوجود اس کے کہ اس زمانہ میں مقابلہ کا رنگ بدل گیا ہے اور تلوار کی بجائے براہین سے شوکتِ اسلام ظاہر ہوگی۔ وہ بات اسی طرح قائم ہے کہ تمام کامیابیاں اسی وقت حاصل ہو سکیں گی جبکہ ہم ایک انتظام کے ماتحت ہر ایک قُربانی کرنے کے لیئے تیار رہیں گے۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک قُربانی خُدا کے فضل سے کرنے کی توفیق ملتی ہے۔ مگر خدا کا فضل جذب کرنے کے لیے بھی کچھ سامان ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کا مہیا کرنا نہایت ضروری ہوتا ہے اور وہ اتحاد و اتفاق اور ایک انتظام کے ماتحت کام کرنا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بات بڑی حد تک ہماری جماعت میں پائی جاتی ہے مگر ہم اسکو کافی نہیں کہہ سکتے۔ ابھی اس کی بہت ضرورت ہے۔ آپ لوگوں کو یہ بات خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ جس جماعت میں اتفاق اور اتحاد نہیں ہوتا۔ اس کی تمام کوششیں خدا کے دین کی ترقی کے لیے صرف

نہیں ہوتیں۔ وہ خُدا کے انعام کی مستحق نہیں ہوسکتی۔ بیشک ترقی کرنے کے اور بھی ذرائع ہیں، مگر وہ دنیاوی ہیں، لیکن خدا کی راہ میں ترقی وہی لوگ کرسکتے ہیں۔ جو ایسے اعمال کریں۔ جو خدا کے فضل کو جذب کرنے والے ہوتے ہیں۔ ہمارے پاس دنیاوی سامان تو ہیں نہیں۔ اس لیے جب تک ہم خُدا کا خاص فضل جذب کرنے والے اعمال نہ کریں۔ اس وقت تک ترقی کس طرح کرسکتے ہیں۔ پس اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ ہر جگہ کے لوگ آپس میں خاص طور پر اتحاد و اتفاق کر کے دکھلائیں۔ بعض اوقات بہت چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی ہوجاتی ہے۔ نااتفاقی اور تفرقہ کی بنیاد رکھ دی جاتی ہے۔ نمازیں الگ پڑھنی شروع کردی جاتی ہیں۔ معاملات میں قطع تعلق کرلیا جاتا ہے حالانکہ تفرقہ اور نااتفاقی کی اگر وجہ کو دیکھا جائے تو بہت معمولی اور ردی ہوتی ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ افراد کی لڑائیاں اور نااتفاقیاں ہیں۔ حالانکہ افراد سے جماعت بنتی ہے اور جب افراد میں لڑائی ہوئی تو جماعت میں ہی ہوئی۔ تو میں دیکھتا ہوں کہ ہر ایک مقام پر وہ اتفاق اور اتحاد بھی پیدا نہیں ہوا جو خدا کے خاص فضل حاصل کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ اگرچہ ان لوگوں سے بہت زیادہ اتفاق اور اتحاد ہوتا ہے جن سے لوگ نکل کر ہماری جماعت میں داخل ہوتے ہیں۔ مگر اتنا کافی نہیں ہوسکتا۔ اس سے بہت زیادہ کی ضرورت ہے اور ہمارے لیے یہ خوشی کی بات نہیں ہے۔ کہ دوسروں سے زیادہ ہم میں اتفاق ہے۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا جتنے اتفاق کی ہم کو ضرورت ہے۔ وہ ہے یا نہیں۔ اگر اتنا نہیں تو پھر اس فائدہ کے حاصل ہونے کا موجب نہیں ہوسکتا جسکی ہمیں ضرورت ہے پس ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیئے کہ اس اتحاد کے پیدا کرنے کیلئے خاص قربانی کرنا سیکھیں اور نااتفاقی کے خیالات کو ترک کرنا اختیار کریں۔ تاکہ خُدا کے فضل حاصل ہوں۔ اگر کسی وجہ سے جماعت کے اتحاد اور اتفاق میں فرق آنے کا خوف ہو تو چاہیئے کہ اپنے ذاتی اغراض اور فوائد کو قربان کردیا جائے کیونکہ جماعت کی تباہی لوگوں کی اپنی تباہی اور ہلاکت کا موجب ہوتی ہے۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک شخص مکان کے اندر کھڑا ہو کر اپنے سر پر ہاتھ رکھ لے اور چھت کو اسلئے گرانا شروع کردے کہ میں تو بچ جاؤنگا اور دوسرے ہلاک ہوجائینگے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ نادان اور بیوقوف ہوگا کیونکہ اگر چھت گری تو وہ خود بھی ہلاک ہوجائیگا۔ یہی حال جماعت میں فتنہ اور فساد پیدا کرنیکا ہوتا ہے کہ فساد پیدا کرنیوالا خود بھی ہلاک اور تباہ ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے لوگوں کو یہ سمجھنے کی توفیق دے کہ جماعت کی تباہی انکی اپنی تباہی ہوگی اور وہ اس بات کیلئے تیار ہوجائیں کہ اپنے ذاتی فوائد کو جماعت کے اغراض کے مقابلہ میں قربان کرنے میں ذرا پس و پیش نہ کریں۔ خواہ کتنے بڑے کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ عدل و انصاف اور ان کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ جماعت کے فوائد کے مقابلہ میں ذاتی فوائد کو قربان کردیں۔"

(الفضل ۸ فروری ۱۹۱۸ء)